قرآنی ادب و ثقافت کا ایک پہلو

پروفیسر حافظ احمد یار

قرآن کریم بنیادی طور پر کتاب ہدایت ہے اور اس کا اصل موضوع عقیدہ اور شریعت ہے، تاہم ادب و لغت اور فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بھی قرآن کریم بے مثل اور بے نظیر کتاب ہے۔ اعجاز القرآن کے ضمن میں قرآن کریم کی تحدّی کو زیادہ تر اسی فصاحت و بلاغت کے پہلو سے ہی سمجھا سمجھایا جاتا رہا ہے۔ کم از کم نزولِ قرآن کے معاصرین کے سامنے قرآن کے اس چیلنج کا مفہوم یقیناً یہی تھا۔ دوسرے پہلو (جن کا ذکر متاخرین اور ہمارے معاصرین کی تالیفات میں ملتا ہے) تو تاریخ کے عمل اور انسانی علوم کی وسعت کے ساتھ ساتھ نکھرتے چلے گئے ہیں۔

قرآن کریم نے عربوں اور مسلمانوں کے علوم و آداب پر بہت گہرا اثر ڈالا۔ قرآن اور حدیث جب اذہان اور افکار میں راسخ ہوئے۔ تو اہل عرب کی قدیم عادات اور رسوم کے ساتھ ساتھ ان کے ادبی و لسانی ذوق کی بھی تہذیب و تطہیر ہوئی۔ قرآنی اسلوب کے تتبع میں اب شعر میں بھی غریب اور نامانوس الفاظ سے اجتناب کیا جانے لگا۔ ہجو تک میں فحش گوئی اور خلاف تہذیب عناصر سے پرہیز کیا جانے لگا۔ اس کے برعکس قرآنی الفاظ اور اسالیب و تراکیب اور نئی تعبیریں زبان میں بکثرت استعمال ہونے لگیں۔ خطابات میں ____ اسالیب قرآن اور آیات و احادیث کے اقتباسات سے کام لیا جانے لگا۔ جو خطبہ قرآنی آیات سے خالی ہوتا مسلمان اسے "شوہا" (منحوس) کہتے تھے۔ آیات کے اقتباسات اور اسالیب قرآن کے تتبع نے شاعری کے علاوہ انشا پردازی اور نثر نویسی کو بھی ایک نیا رخ دیا اور ایک نئی رونق بخشی۔ قرآن کریم نے جو ذہنی اور سیاسی انقلاب برپا کیا اس کی بدولت زبان کے اغراض و مقاصد بھی وسیع ہو گئے۔ اب محض چند بدویانہ مضامین کی بجائے عقائد دینیہ، احکام شرعیہ اور امور سیاسیہ و اجتماعیہ سب عربی زبان میں ادا ہونے لگے۔

بنو امیہ کے دور میں دفتری زبان بن جانے کے بعد سے عربی کو مسلمانوں اور بلادِ اسلامیہ

© rasailojaraid.com

کی سرکاری اور علمی زبان کا درجہ حاصل ہو گیا۔ سرکار دربار میں کوئی اعلیٰ عہدہ پانے کے لیے ــــــ یا علمی دنیا میں نام پیدا کرنے اور کوئی ٹھوس علمی کام کرنے کے لیے اب عربی زبان کی مہارت لازمی ہو گئی ــــــ مسلمانوں کے نظامِ تعلیم کی بنیاد قرآن و سنت پر تھی بچے کی تعلیم کا آغاز قرأت اور حفظِ قرآن سے ہوتا تھا۔ اعلیٰ سطح پر عربی کی اس اجتماعی، سیاسی اور علمی اہمیت نے عربی زبان میں مہارت کو وقت کی ضرورت بنا دیا تھا ــــــ تفاسیرِ قرآن میں ادبی اور لغوی رجحان اسی لیے پیدا ہوا کہ اس کے ذریعے ہی ایک مسلمان دینی اور عربی ہر دو لحاظ سے اہلِ علم کی صف میں شامل ہونے کے قابل ہو سکتا تھا ــــــ آہستہ آہستہ قرآنی آیات کا تتبع اور ان سے استشہاد صرف فقہی مسائل اور مواعظ یا کلامی مباحث تک ہی محدود نہ رہا بلکہ مسلمانوں کی تہذیبی اور ثقافتی سرگرمیوں اور مجالس میں بھی قرآنی آیات کے اقتباسات یا اسالیبِ قرآن پر مبنی کلام اور عبارت کے استعمال کو اس بات کا معیار سمجھا جانے لگا کہ کسی آدمی میں آیات کے استحضار اور ان کے برمحل اطلاق کی کس قدر استعداد موجود ہے۔ مطالب اور معانی کے لحاظ سے قرآنی آیات کے مناسب اور موزوں اقتباسات ــــــ یا مختلف مواقع پر قرآنی اسالیب و مضامین کے استعمال سے نہ صرف تحریر و تقریر میں ایک حسن پیدا ہو جاتا ہے بلکہ قرآن کریم کے اس قسم کے ادبی استعمال سے سامع یا قاری کا ذہن بھی اسلامی سانچے میں ڈھلتا ہے۔ قرآن کریم میں بہت سی ایسی آیات ہیں جو اپنی عبارت اور الفاظ کے اختصار اور مضمون کی جامعیت اور ہمہ گیری کے لحاظ سے ضرب المثل کے طور پر استعمال ہو سکتی ہیں اور تحریر و تقریر میں ان کا برمحل استعمال قرآنی ادب و ثقافت کا ایک دلچسپ پہلو ہے ــــــ پھر جب مسلمانوں میں تقویٰ کی کمی کے ساتھ مختلف اجتماعی خرابیاں نمودار ہونے لگیں تو تحریر و تقریر اور نظم و نثر میں قرآنی آیات کے غلط اور بے موقع اقتباس اور بعض دفعہ قرآنی مضامین کے سوءِ فہم پر مبنی غلط شاعرانہ تخیلات بھی سوسائٹی میں نمودار ہونے لگے ۔ یہی وجہ ہے کہ علوم قرآن اور مباحث قرآنی کے ضمن میں اس مسئلہ کو بھی علمائے حق نے موضوعِ بحث بنایا کہ قرآنی آیات اور مضامین کا اس طرح سے ادبی استعمال جائز بھی ہے یا نہیں ؟

زرکشی نے البرہان کی پہلی جلد کے آخر پر ایک "نوع" (۳۰ ویں) کا عنوان یہی لکھا ہے۔ "ھل یجوز فی التصانیف والرسائل والخطب استعمال بعض آیات القرآن وھل یقتبس منه فی شعر ویغیر نظمه بتقدیم وتاخیر۔ (کیا تصانیف یا خط و کتابت یا تقاریر میں بعض

© rasailojaraid

قرآنی آیات کا استعمال جائز ہے؟ اور کیا اس سے شعر و شاعری میں کوئی اقتباس بعینہٖ یا الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ لینا درست ہے؟) ـــــ اسی طرح سیوطی نے الاتقان کی فصل چہارم کا عنوان "فی الاقتباس وما یجری مجراہ" (اقتباس اور اسی قسم کے دوسرے امور کے بارے میں) رکھا ہے۔ اور اسی فصل میں خود اقتباس کی تعریف یہی کی ہے کہ "قولہ تعالیٰ یا قال اللہ تعالیٰ" کہے بغیر قرآن کریم کی کسی آیت یا اس کے جزء کو نظم و نثر میں برمحل استعمال کیا جائے" سیوطی نے ہی اس قسم کے اقتباس کے ـــــ شرعی حکم کے اعتبار سے ـــــ تین درجے یا قسمیں بیان کی ہیں، مقبول، مباح اور مردود۔ ـــــ اقتباس مردود کے ضمن میں مثالیں دیتے ہوئے سیوطی نے ایک تو کسی ایسے زن بر اعصاب سوار یاوہ گو شاعر کے دو ایسے شعر بھی لکھے ہیں کہ جن کا لکھنا پڑھنا بھی نقل کفر ہے ـــــ اور ایک مثال کسی حکمران کی لکھی ہے کہ جس نے غضبناک ہو کر اپنے کسی عامل یا مخالف کو دھمکی دیتے ہوئے لکھا تھا "إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۔ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (الغاشیہ: ۲۵-۲۶) (بے شک ان لوگوں کو پلٹنا ہماری ہی طرف ہے، پھر ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمہ ہے) قرآن کریم کی کسی ایسی آیات کو جس میں اللہ جل شانہٗ نے ضمیر متکلم میں کلام فرمایا ہو اسے اپنی طرف بطور نقل نسبت دینا گناہ ہی نہیں ادبی کور ذوقی کی دلیل بھی ہے۔ اسی قسم کے غلط اقتباس کی ایک مثال زرکشی نے اس شعر کی دی ہے ؎

ولو أن مابی من جوًی وصبابۃٍ علی جمل لم یبق فی النار خالد

(اگر اونٹ اس بلائے عشق سے دوچار ہو جائے جس سے مجھے واسطہ پڑا ہے تو کوئی بھی ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے) (خیال رہے شاعر نے شعر کے اس تخیل میں آیۂ کریمہ "وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ (الاعراف: ۴۰) کے مضمون سے حاصل کیا ہے (کہ وہ ۔ مکذبین و مستکبرین ـــــ جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک سوئی کے ناکے میں اونٹ داخل نہ ہو جائے) یہ شاعرانہ تخیل نرا ملحدانہ نہ سہی تاہم قرآن کے سوءِ فہم پر مبنی ہے کہ شاعر نے وجہ خلود تکذیب و استکبار کی بجائے اونٹ کا عدم نحول (لاغر نہ ہونا) سمجھ لیا ہے) ـــــ اقتباس کے اس قسم کے ممکن غلط استعمال کو سامنے رکھتے ہوئے ہی غالباً مالکیہ سے (بقول سیوطی) قرآنی اقتباسات کے کلام انسانی میں استعمال کی مطلق تحریم منقول ہے۔ اگرچہ یہ بھی ایک انتہا ہے کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے۔ اقتباس حسن کی مثالیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے کلام میں ثابت ہیں۔ تاہم ہم نے اپنی بات کے شروع ہی میں اس ملحدانہ یا فاسقانہ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

سخن فہمی اور سخن آفرینی کی مثالوں کا ذکر اس لیے ضروری سمجھا ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ قرآنی آیات کے برمحل اور برجستہ صحیح ادبی استعمال کے لیے تین شرائط کو ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے (۱) قرآنی آیات کا استحضار۔ (۲) عربی زبان کی مہارت ــــــــ اور اسی لیے زرکشی نے لکھا ہے کہ "جوّز ذلك بعضهم للمتمكن من العربية" (یعنی بعض نے اسے صرف ماہرِ عربی کے لیے جائز قرار دیا ہے) (۳) اور سب سے اہم ــــــــ صحیح دینی ذہن ــــــــ ان شرائط کے ساتھ قرآنی آیات کا اقتباس یا اسالیب قرآن کا صوری یا معنوی تتبع نہ صرف جائز اور مقبول ہے بلکہ بعض دفعہ یہ تزیینِ کلام کے لحاظ سے حسن اور تاثیرِ معنی کے لحاظ سے قوت پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کلام صحابہؓ سے تاثر و اقتباس قرآن کی مثالوں کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱)ــــ آنحضرتؐ کا "وَجَّهْتُ وَجْهِيَ" پڑھنا ــ نماز سے پہلے ــــ ثابت ہے جب کہ اصل آیت قرآنی "إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ" (الانعام: ۷۹) ہے۔

(۲)ــــ آپؐ کی دعا بالفاظ "اللهم آتنا في الدنيا حسنة" بھی ثابت ہے جب کہ آیت قرآنی "رَبَّنَا آتِنَا" (البقرہ: ۲۰۱) سے شروع ہوتی ہے۔

(۳)ــــ آپؐ نے ہرقل ــــ قیصرِ روم ــــ والے مکتوب میں "سَلَامٌ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ" لکھوایا جب کہ اصل آیت میں "وَالسَّلَامُ" (طٰہٰ: ۴۷) ہے ــــ اور اسی مکتوب میں آپؐ نے آیہ کریمہ "يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ" بھی (آل عمران ۶۴ سے) (بظاہر) بطور قصد کلام (نہ کہ بقصد تلاوت) استعمال کی تھی۔

(۴)ــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا یوں بھی ثابت ہے "اللهم فالق الاصباح جاعل الليل سكنًا والشمس والقمر حسبانًا ــــــــ اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَأَغْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ" ــــــــ اس دعا کا ابتدائی حصہ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۹۶ سے بتغیر الفاظ ماخوذ ہے۔

(۵)ــــ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بسیاق کلام (بغیر قصد تلاوت) "وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ" (الشعراء: ۲۲۷) (اور ان ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ان کو کیسی جگہ لوٹ کر جانا ہے)

(۶)ــــ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے غالبًا بیعت ابی بکر کے وقت کہا تھا "إِلَيَّ مُبَايِعُ صاحبك

لِيَقْضِيَ اللّٰهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ـــــ اس کلام کا آخری حصہ (سورۃ الانفال: ۴۲) سے (بظاہر) بغیر قصدِ تلاوت ہی استعمال کیا گیا ہے۔

(۷) ـــــ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ (بطورِ کلام) "قد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ" ـــــ کہا تھا جو سورۃ الاحزاب: ۲۱ سے تبغیر الفاظ ماخوذ ہے۔

اس قسم کی مثالوں سے ہی اہلِ علم نے قرآنی آیات کے اقتباس میں قصد کی شرط رکھی ہے۔ یعنی آدمی اسے تلاوت نہ سمجھے (قصدِ تلاوت کے لیے قولہ تعالیٰ ـــــ یا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ـــــ یا جیسے قرآن کریم میں ہے ـــــ وغیرہ کہنا ضروری ہو گا) اس لیے امام نووی نے آداب حملۃ القرآن میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر جنبی یا حائض بغیر قصدِ تلاوت کسی سے کہے "خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ (مریم: ۱۲) تو یہ درست ہو گا جب مراد کوئی اور کتاب دے رہا ہو یا اس طرح کسی سواری پر سوار ہوتے وقت آیہ کریمہ "سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ (الزخرف: ۱۳) کو بغیر قصدِ تلاوت محض ادائے مضمون (کہ پاک ہے وہ جس نے اس سواری کو ہمارے تابع کر دیا ورنہ ہم تو ایسے نہ تھے کہ اسے قابو میں کر لیتے) کے لیے پڑھے تو یہ جائز ہو گا۔ خیال رہے ان دو عذرِ شرعی کے بغیر آدمی ایسے موقع پر بھی آیت بقصدِ تلاوت پڑھ سکتا ہے۔

اس موضوع پر اپنے مختصر سے مطالعہ اور غور و فکر کے بعد راقم الحروف اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ تحریر اور تقریر میں قرآنی آیات کے اقتباس ـــــ اور قرآنی اسالیب کے صوری یا معنوی تتبع کی جائز اور مستحسن صورتوں کو پانچ عنوانات کے تحت بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱ ـــــ ضرب المثل یا حکم و امثال کے طور پر برجستہ و برمحل اطلاق کے ساتھ قرآنی آیات کا اقتباس۔

۲ ـــــ جامع اسلامی تعلیمات پر مشتمل مختصر آیات یا ان کے حصے۔

۳ ـــــ عام روزمرہ کی گفتگو میں قرآنی آیات کا استعمال (بغیر قصدِ تلاوت)۔

۴ ـــــ نکتہ آفرینی اور حاضر جوابی میں قرآنی آیات کا استعمال یا نظم و نثر میں اس کا اقتباس

۵ ـــــ اشعار اور عربی عبارات میں آیات کا اقتباس یا اسلوبِ قرآنی کا صوری و معنوی تتبع۔

اب ہم ہر ایک موضوع سے متعلق صرف چند آیات اور کچھ واقعات اور عبارات بطورِ مثال اور برائے توضیح پیش کرتے ہیں۔ (جاری ہے)

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

پندرھویں صدی ہجری میں ہندوستان کے پندرہ کروڑ اور پوری دنیا کے ایک سو پندرہ کروڑ (۱۱۵) مسلمانوں کے لیے اعلانِ مسرت

چودہ سو برس میں دورِ قدیم سے موجودہ دور تک خطاطی کے ۱۱۴ نمونوں کو القرآن الحکیم (الفی) میں جمع کیے جانے کا تاریخی اہتمام

الحمدُللہ کہ قرآن مجید کی سات منزلوں کو سات برسوں میں طے کر لیا گیا ۔ القرآن اکیڈمی بمبئی و دہلی کے القرآن الحکیم (الفی) کی تکمیل

القرآن اکاڈمی (بمبئی و دہلی)
کے زیرِ اہتمام ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء
ایک ایسے قرآن مجید کی کتابت شروع ہوئی تھی، جس کا ہر صفحہ
۲۳ سطری ہے اور ہر سطر
الف سے شروع کیا گیا ہے۔
اس قرآنِ حکیم کی یہ بھی تاریخی
خصوصیت ہے کہ نزولِ قرآن
کے وقت کی کتابت کے نمونوں
سے موجودہ دور کی خطاطی کا
شاہکار، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
کو ۱۱۴ طریقے سے کتابت
کر کے قرآن کی تاریخی دستاویز تیار کی گئی ہے۔

القرآن اکاڈمی بمبئی و دہلی
نگرانِ اعلیٰ
الحاج اکبر خان منشی گل
کاتبِ قرآن
مولوی محمد یوسف قاسمی
تزئین کار
سید احمد رامپوری ثم الدہلوی
پرنٹر و پبلشر
محمود خان اکبر خان
انتظامی امور و طباعت کے نگراں
نورالدین آزاد

القرآن الحکیم (الفی)

القرآن الحکیم (الفی) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہرِ نبوت کے ساتھ تاریخی خطوط، اور ہرن کی جھلی پر کتابت شدہ قرآن مجید کے صفحات کا عکسِ جمیل پیش کیا گیا ہے۔

القرآن الحکیم (الفی) قرآن کی (۷) سات منزلوں کو ۱۴ سو برس یعنی ۱ دورِ خلافت راشدہ، ۲ دورِ بنو امیہ، ۳ دورِ بنو عباسیہ، ۴ دورِ بنو فاطمیہ، ۵ دورِ عثمانیہ (ترکیہ)، ۶ دورِ سلجوقیہ، خلجیہ، تغلقیہ، غزنویہ اور ۷ دورِ مغلیہ کے سلاطین کی کتابتِ قرآنِ مجید کے نمونوں کا تاریخی مرقع ہے۔

"پندرھویں صدی ہجری" کے مبارک موقع پر پیش کیا جانے والا "القرآن الحکیم (الفی)" جلی قلم کتابت کے باوجود ۱۹۶ صفحات میں مکمل ہے۔ اس کو سات رنگ کے کئی حاشیوں سے مزین کر کے آرٹ پیپر پر "سنگاپور" میں چھپوایا جا رہا ہے۔

"القرآن اکاڈمی" بمبئی و دہلی نے دنیا کے بیشتر ممالک میں القرآن الحکیم (الفی) کے جشنِ افتتاح کا پروگرام مرتب کیا ہے۔ اِدارہ کی ایسی نورانی پیش کش کی زیارت و تلاوت کا انتظار فرمائیے۔

ادارہ الرسالہ دہلی، اسلامی مرکز دہلی و حیدرآباد کے سربراہ مولانا وحید الدین خان صاحب کا تاثر اسی شمارے میں دیکھئے!

مزید تفصیلات جاننے کے لئے رابطہ قائم کیجئے! :- مہتمم القرآن اکاڈمی
بمبئی ۴-۱۰۴ - کامبیکر اسٹریٹ، تیسرا منزلہ بمبئی ۳
دہلی ۴-۲۰۳۴ - قاسم جان اسٹریٹ، ممتاز بلڈنگ دہلی ۶

© rasailojaraid.com

قرآن کی تاریخ

"ماہنامہ "الرسالہ" دہلی، "اسلامی مرکز" (دہلی وحید آباد) کے سربراہ حضرت مولانا وحید الدین خان صاحب نصف صدی سے کچھ کم عرصہ، تحریر و تقریر کے ذریعے مسلمانانِ عالم کو عام فہم طریقہ پر اسلام کا تعارف پیش کر رہے ہیں۔ حقوق اللہ، حقوق الرسول اور حقوق العباد کے موضوعات پر مضامین اس طرح بیان ہوتے ہیں کہ عام ذہن اور علمِ جدید کو پڑھے لوگوں کو "اسلام" اور اس کے بنیادی احکامات پر عمل کرنا بہت آسان نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان، پاکستان، دیگر ممالکِ اسلامیہ اور مغربی ممالک میں، آپ کی تحریر و تقریر کے شائقین و عاملین کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ ہندوستان میں دو جگہ اسلامی مرکز کے قیام نے نشر و اشاعت کے کام میں تیزی کر دی ہے۔ اسلامی مرکز میں بیشتر اجتماعات، تعلیم یافتہ نوجوانوں کی دلچسپی کے ساتھ شرکت اور بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر یقین کیا جا سکتا ہے کہ "اسلامی مرکز" کی افادیت عام ہو جائے گی۔

موصوف نے القرآن الحکیم (الفی) کے تکمیلی مراحل ملاحظہ فرمانے کے بعد اپنا تاثر تحریر فرمایا ہے جو الرسالہ دہلی میں شائع ہوا ہے اور قارئینِ روشنی کی خدمت میں بھی پیش ہے:

القرآن الحکیم (الفی)

"پندرھویں صدی ہجری کی آمد پر ساری دنیا میں مختلف اسلامی تقریبات منائی گئی ہیں۔ القرآن الحکیم [illegible] اس سلسلے میں طویل کوششوں کے بعد ایک اہم تاریخی پیش کش کی ہے۔ یہ قرآن کا ایک منفرد نسخہ ہے۔ جس کا نام "القرآن الحکیم الفی" ہے۔

اس قرآن کی خصوصیات یہ ہیں کہ اس کا عام صفحہ ۲۳ سطری ہے اور ہر سطر الف سے شروع ہوتی ہے۔ ہر پارہ چھ صفحات پر مشتمل ہے اور پورا قرآن ۱۹۶ صفحات میں مکمل ہو گیا ہے۔ اس میں نزولِ قرآن سے لے کر اب تک خطاطی کے مختلف نمونوں کو، ہر سورہ کے شروع ہی میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ۱۱۳، الگ الگ نمونوں کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح قرآن کی سات منزلوں میں سات دوروں کا طرزِ کتابت دکھایا گیا ہے۔

القرآن الحکیم (الفی) کی تیسوں پاروں کی کتابت سات سال میں مکمل ہوئی ہے اور اب تصحیح کے مراحل میں ہے، جس کے لئے عالمی مذہبی تعلیمی اداروں سے رابطہ قائم کیا گیا ہے۔ ان سے اسنادِ صحت کے حصول کے بعد، سات رنگوں کے نو مختلف حاشیوں سے مزین کر کے آرٹ پیپر پر سنگاپور میں چھپوایا جا رہا ہے۔ القرآن الحکیم (الفی) کے اطراف کے اندرونی اَستر کے بعد کے صفحات پر مکتوباتِ نبوی کی تصویر شامل ہے۔ نیز خلافتِ راشدہ کے زمانے میں ہرن کی جھلی پر لکھے ہوئے قرآن کے صفحات کو عین اسی انداز سے منعکس کیا گیا ہے۔ اس طرح القرآن الحکیم (الفی) کو پڑھنے والا قرآن پڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی جان لیتا ہے کہ قرآن، دورِ نبوی، خلافتِ راشدہ، دورِ بنو امیہ، دورِ عباسیہ، دورِ فاطمیہ، دورِ عثمانیہ، دورِ سلجوقیہ، خلجیہ، تغلقیہ، غزنویہ اور دورِ مغلیہ وغیرہ میں کس کس رسم الخط میں لکھا جاتا رہا ہے۔

تاریخِ انسانی کا سب سے زیادہ انوکھا واقعہ یہ ہے کہ قرآن تقریباً ڈیڑھ ہزار سال گزرنے کے باوجود اپنی اصل حالت میں محفوظ ہے۔ القرآن الحکیم (الفی) گویا اس حفاظتِ قرآن کی ایک دستاویز ہے۔ "القرآن الحکیم (الفی)" قرآن بھی ہے اور قرآن کی تاریخ بھی۔ وہ اپنی مختلف خصوصیات کے ساتھ قرآن کا ایک دلآویز نسخہ ہے اور اسی کے ساتھ قرآن کی تاریخ حفاظت کا ایک خوبصورت مرقع بھی۔

© rasailojaraid.com